بہادر شاہ ظفر کی عید

از جناب خواجہ عبدالمجید صاحب دہلوی بی۔ اے

یہ وہ تقریر ہے جو ۲۴ ، نومبر ۱۹۳۸ء کو ۸ بجے شب میں آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی سے نشر ہوئی اب اسٹیشن ڈائرکٹر صاحب کی اجازت سے برہان میں شائع ہو رہی ہے۔

عیدیں دو ہیں، ایک عید الفطر دوسری عید الضحیٰ۔ پھر پھر کر آتی رہتی ہیں۔ اس لیے عید کہلائیں مادہ عود ہے۔ عید الفطر میں فطر کے معنی کھلنے کے ہیں۔ آپ جو افطار کا لفظ بولتے ہیں یہ وہی ہے۔ آج مہینے بھر کے روزے کھلتے ہیں۔ یوں عید الفطر ہوئی۔ عورتیں اس کو میٹھی عید بھی کہتی ہیں۔ وجہ یہ کہ آج کے دن سیویاں پکتی ہیں اور کھائی جاتی ہیں۔ مگر یہ ہندوستان کی رسم ہے، اور کہیں نہیں دوسرے ملکوں میں تو ان کا نام بھی نہیں جانتے۔ دوسری عید "عید الضحیٰ"۔ وجہ تسمیہ یہ کہ ضحیٰ دن چڑھے کو کہتے ہیں۔ اس عید کی نماز دن چڑھے ہوتی ہے، عید الضحیٰ کہلائی۔ دوسرا نام عید قرباں ہے، اس لیے کہ اس دن قربانی ہوتی ہے۔ یہ عید فریضۂ حج کی ادائیگی کا شکریہ ہے، اسمٰعیلی یادگار ہے، تفصیل بے موقع ہے۔ عورتیں اس کو بکرید کہتی ہیں، عید البقر کی خرابی ہے، یہ ایک اور[1] اسی کا نام ہے۔ یہاں تک تو عیدین کے ناموں کا تذکرہ ہوا۔ اب اگر میں آج کی عید کا بیان کروں تو تحصیل حاصل ہوگی، شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ آپ نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ہاں اگر بہادر شاہ کے وقت کی عید کا کچھ بیان ہو تو شاید یہ میٹھی عید کچھ سلونی ہو جائے۔ مٹھاس سے تو دل بھر گیا ہوگا، اب سلونے کو جی چاہتا ہوگا۔ تو لیجیے یہ بھی سنیے:۔

[1] "اور" بمعنی دیگر۔ چونکہ اس کے تلفظ میں کسی قدر کھنچاؤ ہے اس لیے "و" پر "ہ" دیدیا ہے، تاکہ "اور" عطفی سے ممتاز ہو جائے۔ "کاتب"

بہادر شاہ لال قلعے میں بسنے والا آخری بادشاہ ہے، اس کے بعد قلعہ ویران، دلی اُجاڑ، محل سنسان، پڑا اُلّو بول رہا ہے۔ دیکھیں بھائی اس بادشاہ کے پاس کیا دھرا تھا۔ بتاؤ تو کسی ملک پر حکمرانی تھی۔ کہنے کو سارے ہندوستان کی سلطنت، مگر حقیقت میں قلعہ کی چار دیواری کے اندر حکومت باہر چار وانگ ہند میں سرکار کمپنی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ قلعہ پر قلعہ دار انگریز دروازہ کے اوپر رہتا ہے، نیچے اس کے سپاہی پہرے پر تعینات ہیں۔ پرچم شاہی لہرا رہا ہے۔ قلعہ ہی پر ہے اور کہیں نہیں۔ باقی سارے ملک میں بیرق انگلیسی۔ اب مالی حالت سُنیئے ایک لاکھ روپے کی پنشن پر گزر اوقات ہے۔ سارے شاہی خاندان کی پرورش اور شاہی ساز و سامان کا بار اور یہ قلیل رقم۔ یہ وہی قلعہ ہے جہاں کروڑوں روپیے لٹتے تھے، اور دن عید اور رات شب برات ہوتی تھی یا اب یہ حال ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے خدا لارڈ لیک کا بھلا کرے کہ مرہٹوں کی بلا سے نجات دلائی اور ایک لاکھ روپیے ماہوار کی پنشن مقرر کردی۔ اس سے پہلے مرہٹوں کی طرف سے شاہ جی نے تو ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ یہ وہی حضرت ہیں جن کے نام سے آج شاہ جی کا چھتہ اور شاہ جی کا تالاب مشہور ہے۔ خدا کا شکر ہے تالاب تو مٹ گیا، مگر چھتہ باقی ہے۔ ماشاءاللہ فقیر زادے ہیں اور خود بھی فقیری میں دم مارتے ہیں مگر کوتک یہ ہیں کہ بادشاہ اور شاہزادوں کو فاقہ مار رکھا ہے، اور خود لقمۂ تر کھاتے ہیں۔ صبح شام فصیل پر چڑھ کر بادشاہ زادے کوستے نظر آتے ہیں صرف پچاس ہزار ڈیک کا روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ (یہ روپیہ آٹھ آنہ کے برابر ہوتا تھا) وہ بھی دو دو مہینے ندارد۔ اب فرمائیے جب ایک لاکھ روپیہ ملنے لگا اور وہ بھی ماہ بماہ، اچھا ہوا یا بُرا؟

یہ سب کچھ تھا، مگر ساری پرانی باتیں موجود تھیں۔ وہی سارے کارخانے، وہی سارے عہدے جن عہدوں کی تنخواہیں ایک زمانہ میں لاکھ لاکھ روپیہ تھیں اب گھٹتے گھٹتے دس دس اور پانچ پانچ پر نوبت آگئی، نام وہی تھے گو درشن تھوڑے۔

لیجیے اسی زمانہ میں عید آتی ہے۔ بہار کا موسم ہے، جاڑا رخصت ہولیا ہے گرمی کی آمد آمد ہے سرسوں

پھول رہی ہے، سارا جنگل زرد وردی پہنے کھڑا ہے۔ جدھر آنکھ اُٹھتی ہے زرد کے سوا دوسرا رنگ ہی نظر نہیں آتا۔ جب وقت کا یہ سہاؤ ہے تو ہم بھی زرد پوش کیوں نہ ہو جائیں۔ منع کس نے کیا ہے۔ شوق سے سرسوں کے کھیت بنجائیے۔ اس زمانہ کا یہی دستور تھا اور یہی ہوتا تھا سب زندہ دل تھے اب کی طرح مردہ دل نہیں۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

لیجیے عید کی صبح ہوئی۔ فراش تین چار دن سے سرگرم کار تھے۔ دیوان عام کو جھاڑ پونچھ کر سجا دیا ہے۔ دروں پر بسنتی پردے لٹک رہے ہیں، ستونوں پر زربفت تواب کہاں کپڑا زرد رنگ کا لپٹا ہوا ہے اس پر دھنک لگی ہوئی ہے، خدا معلوم کھری ہے یا کھوٹی۔ تخت پر فرش بھی زرد ہے۔ سورج نکلتے ہی امیر امراء آنے شروع ہوگئے، اور دیوان عام میں قرینہ قرینہ سے کھڑے ہونے لگے۔ ابھی کرامات تسبیح خانہ میں برآمد ہیں یاد الٰہی میں مشغول۔ فوج فرا حاضر ہوگئی، سارا جلوس لگنا شروع ہوگیا۔ اہتمام اور انداز وہی ہے جو سلف سے چلا آتا ہے لیکن ہر چیز پر فلاکت کے آثار نمایاں ہیں، گویا عہد ماضی کا منہ چڑایا جارہا ہے۔ امیر بھی ٹوٹے پھوٹے ہیں۔ لباس اور سواریاں بھی واجبی ہی سی، کاٹ کی تسبیح میں کاٹ کا امام۔ اب سارا انتظام درست ہوگیا۔ بادشاہ سلامت ہوادار پر سوار تشریف لا رہے ہیں، چار کہار کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں، ان کی وردیاں بھی زرد ہیں۔ دہنے ہاتھ کی طرف ہوادار کا ڈنڈا پکڑے ہوئے حکیم احسن اللہ خاں ساتھ ہیں، طبیب خاص بھی ہیں اور وزیر اعظم بھی۔ یہ وہی صاحب ہیں جن کی سعی دوران غدر میں کامیاب ہوئی، اور بہادر شاہ انگریزوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے۔ ورنہ خدا معلوم کیا ہل چل مچتی۔ اس جھگڑے کو چھوڑیے اس سے ہمیں کیا مطلب۔ دوسری طرف محبوب علی خاں خواجہ سرا ہیں، یہ ناظر محلات ہیں، حکیم صاحب کے بعد انہی کا نمبر ہے۔ ان دونوں میں قدرے چشمک ہے، اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی ہو جاتا ہے۔ ایام غدر میں رحلت فرمائی۔ علت لقمہ کے مریض تھے، آخر کار استسقا ہوگیا۔ ہوادار آگے بڑھا اور اب دوسرے ہوادار آنے شروع

ہوئے۔ دیکھیں یہ کون لوگ ہیں، پہلے ہیں مرزا مغل سوار ہیں، یہ ولی عہد بہادر ہیں۔ اس وقت جامِ عشرت سے سرمست ہیں، غدر میں جامِ شہادت نوش فرمائیں گے، عنفوانِ شباب ہے۔ صورت شکل ماشاء اللہ ہزاروں میں ایک، کیوں نہ ہو مغل بچہ ہیں۔ اب اور ہوادار نمودار ہوا، اس پر مرزا جواں بخت سوار ہیں یہ لاڈلی بیوی کے لاڈلے بیٹے ہیں، کم سن ہیں چھریرا بدن ہے، خط و خال نازک اور خوشنما ہیں۔ ممتاز محل اور حکیم احسن اللہ خاں اس فکر میں ہیں کہ اُن کو ولی عہد بنائیں۔ سازش کا جال بچھا ہوا ہے، انگریزوں سے گفت و شنید ہو رہی ہے، کچھ عدہ وعید بھی ہو گئے ہیں، اس وقت ذکر کا موقع نہیں، صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اور ان کی ماں بادشاہ کے ساتھ رنگون میں جلاوطن رہے۔ لیجیے سواری آگے بڑھی اور کرامات کا ہوادار لال پردہ سے باہر نکلا، سامنے مولا بخش ہاتھی کھڑا ہے۔ اس کو بٹھایا گیا، سیڑھی لگی اور بادشاہ سلامت عماری میں رونق افروز ہوئے۔ پیچھے حکیم احسن اللہ خاں بیٹھے۔ ان کے ہاتھ میں دُم گاؤ تبت کا مورچھل ہے مگس رانی کر رہے ہیں۔ بادشاہ کے سامنے پیکدان اور خاصدان رکھا ہے۔ بھنڈ بردار بھنڈ لیے نیچے کھڑا ہے۔ شنک کی نے عماری پر رکھی ہے۔ ہاتھی کو چرکٹے گھیرے ہوئے ہیں۔ ادھر ہاتھی کھڑا ہوا اُدھر باہر سے سلامی کی توپیں سر ہوئیں، پیچھے دو اور ہاتھی ہیں۔ ان پر ہودج کسے ہوئے ہیں۔ پہلے پر مرزا مغل برآمد ہیں اور دوسرے پر مرزا جواں بخت۔ سواری قلعہ کے دروازہ پر پہنچی انگریز قلعہ دار مع اپنی فوج کے دستہ کے حاضر ہے۔ انگریزی قاعدے سے سلامی اُتاری۔ سواری کی ترتیب یہ ہے۔ آگے آگے توپ خانہ ہے، توپیں باپ دادا کے وقت کی ہیں نو ایجاد نہیں۔ اب تو بس دھماکے ہی کے کام کی رہ گئی ہیں۔ ان کو چار چار چھ چھ بیلوں کی جوڑیاں گھسیٹ رہی ہیں۔ سامنے کالے خاں گولنداز گھوڑے پر سوار چلا جاتا ہے، یہ ترک بچہ ہے، خوش رو ہے اور قدآور اور جسیم بھی۔ غدر میں اس کی ایک ٹانگ گولے سے اُڑ گئی اور اس کے صدمہ سے فوت ہو گیا۔ اس کے بعد روشن چوکی کا ہاتھی ہے۔ سواری چلتی جاتی ہے روشن چوکی بجتی جاتی ہے پیچھے پیچھے سواروں کی فوج ہے۔ کچھ زیادہ نہیں کم و بیش سو ہوں گے سب ہتھیاروں اور وردیوں

سے آراستہ ہیں۔ پرا باندھے چلے جارہے ہیں۔ ان کے پیچھے پیدل فوج ہے یہ بھی کثیر نہیں، تاہم کیل کانٹے سے درست ہے۔ لیجیے اب جھنڈی برداروں کی باری آگئی۔ یہ کم عمر لڑکے ہیں۔ سُرخ زرد جھنڈیاں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ صرف سواری کی آرائش ہیں کسی کام کاج کے نہیں۔ اب خود بدولت کا ہاتھی آگیا جھومتا جھامتا چلا جارہا ہے۔ عجیب انداز کا ہاتھی ہے۔ قد و قامت میں معمولی ہاتھیوں سے بہت بڑا ہے، اور وفاداری کا تو ذکر کیا۔ جب بادشاہ قید ہوگئے، اُس نے دانہ پانی ترک کردیا، لاکھ کوشش کی کچھ نہ ہوا۔ آخر روتے روتے مرگیا۔ کیوں بھائی ہم تم بھی اپنے آقا کے لیے جاں نثار ہیں؟ جانور سے سبق لو اور جاں نثاری سیکھو۔ دیکھو اس کی بدولت اس کا نام آج تک زبان زد خلائق ہے۔ اب ولی عہد اور مرزا جواں بخت کے ہاتھی آرہے ہیں۔ مرزا جواں بخت کے ہاتھی کے آگے بچھیرا پلٹن ہے۔ چھوٹی چھوٹی بندوقوں پر سنگینیں چڑھی ہوئی ہیں۔ یہ سب ہماری دہلی ہی کی بنی ہوئی ہیں۔ خانم کے بازار کے کاری گروں نے تیار کی ہیں۔ اب نہ وہ بازار رہا نہ وہ کاری گر۔ ان کی وردی گھاگرا پلٹن کی سی ہے اور قواعد پریڈ بھی انگریزی طرز کی کرتے ہیں۔ یہ پلٹن حضرت پیر و مرشد کی ایجاد ہے۔ اپنے چہیتے صاحبزادے کے لیے بنائی ہے۔ اس کا ان کو بڑا خیال ہے لڑکے کم سن ہیں اور بے ریش، قد و قامت میں برابر، شکل صورت میں ایک سے ایک افضل، سب شریف زادے۔ ان کا کپتان ایک مغل بچہ ہے، خاندانی لڑکا ہے، یہ گھوڑے پر سوار ننگی تلوار لیے آگے آگے چلا جاتا ہے۔ غدر میں اس پلٹن کا کیمپ جھروکے کے سامنے ریتی میں پڑا ہوا تھا۔ پلٹن کٹ کٹ کے لڑی اور سب نے جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

اب کبوتر خانے کے ہاتھی کی باری ہے۔ کبوتروں کی کابک اس پر لدی ہوئی ہے اور چھتری بندھی ہوئی۔ تھوڑی دیر میں کبوتر باز ان کو چھپی دکھا دیتا ہے۔ یہ اُڑتے ہیں اور شاہی عماری کا کاواکاٹ پھر چھتری پر آن بیٹھتے ہیں۔ یہ پُرانی رسم ہے ہمیشہ سے کبوتر اسی طرح عماری پر سے نثار ہوتے چلے آتے ہیں۔

اب امیر وزیر سب اپنی اپنی سواریوں پر سوار چلے آتے ہیں۔ کوئی گھوڑے پہ ہے کوئی ہاتھی پر کوئی رتھ میں، مگر زیادہ تر تام جھام اور پالکیوں میں سوار ہیں۔ ان کے نوکر چاکر ان کے اردگرد ہیں۔ بازار میں لوگ دو طرفہ کوٹھوں پر سواری کی سیر دیکھنے کو جمع ہیں۔ شہر سارا دلہن بنا ہوا ہے۔ شاہ دولہا ہے اور شہری برات۔

سواری خراماں خراماں چاندنی چوک اور کھاری باؤلی ہوتی ہوئی پرانی عیدگاہ جب پہنچی۔ بادشاہ ہاتھی سے اُترے ہوادار پر سوار ہوئے اور اندر داخل ہوگئے۔ اب عمر بڑھ گئی ہے پیادہ پا چلنے سے معذور ہیں۔ صفوں سے گذرتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے قالین کے مصلے پر جا بیٹھے۔ پوری صف انکے اور ساتھیوں کے لیے روک لی گئی ہے۔ امیر وزیر جس کو جہاں جگہ ملی کھڑا ہوگیا۔ یہ خدا کا گھر ہے یہاں تفاوت مراتب نہیں۔ بس جہاں پناہ کی سواری کا آنا تھا کہ تکبیر ہوئی اور نماز شروع ہوگئی۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھا گیا اور خطبہ حضور کے نام سے مزین تھا۔ خطبہ ختم ہوا۔ بادشاہ کی طرف سے امام صاحب کو خلعت عطا ہوا، اور سواری اُسی شان و شوکت سے واپس ہوگئی۔ لیجیے عید مبارک اور بندہ رخصت!